درس قرآن
محمد احمد حافظ

یہود و نصاریٰ اور گھٹیا لوگوں کو اپنا بھیدی مت بناؤ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۖۚ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ○ (آل عمران ۱۱۸)

''اے ایمان والو! کسی غیر (مذہب کے آدمی) کو اپنا راز دار نہ بنانا، یہ لوگ تمہاری خرابی (اور فتنہ انگیزی کرنے) میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے اور چاہتے ہیں کہ (جس طرح ہو) تمہیں تکلیف پہنچے۔ ان کی زبانوں سے تو دشمنی ظاہر ہو ہی چکی ہے۔ اور جو (کینے) ان کے سینوں میں مخفی ہیں وہ کہیں زیادہ ہیں۔ اگر تم عقل رکھتے ہو تو ہم نے تم کو اپنی آیتیں کھول کھول کر سنا دی ہیں''۔

وجہِ نزول

آیت بالا میں اہل ایمان کو ایک خاص معاشرتی حکم دیا گیا ہے جس میں ان کے اجتماعی مفاد کا راز مضمر ہے اور جس کی خلاف ورزی مسلمانوں کو کسی بھی بڑے نقصان سے دوچار کر سکتی ہے۔ اس آیت کا وجہ نزول یہ ہے کہ مدینہ طیبہ کے اطراف میں جو یہودی آباد تھے‘ ان کے ساتھ اوس وخزرج کے لوگوں کی قدیم زمانہ سے دوستی چلی آتی تھی، انفرادی طور پر بھی ان قبیلوں کے افراد ان افراد سے دوستانہ تعلقات رکھتے تھے۔ یہ تعلقات کسی نہ کسی حد تک اوس وخزرج کے مسلمان ہونے کے بعد بھی برقرار رہے اور مسلمان اسی خلوص ومودّت کے ساتھ یہودیوں سے ملتے رہے۔ لیکن یہودیوں کو آنحضرت ﷺ سے جو بغض وعداوت تھی اس بنا پر وہ کسی ایسے شخص سے مخلصانہ تعلق قائم رکھنے کے لیے تیار نہ تھے جو رسول اللہ ﷺ کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہو چکا ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی منافقانہ روش سے مسلمانوں کو محتاط رہنے کی ہدایت فرما دی۔

آیت کا مفہوم اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ احتیاط کا یہ حکم محض یہود کے لیے نہیں بلکہ مؤمنین کے علاوہ دیگر تمام کفار ومشرکین کے متعلق ہے۔ آیت میں **بطانة من دونکم** کہا گیا ہے **بطانة** کے معنیٰ ہیں ولی، دوست، راز داں، بھیدی۔ صاحب لسان العرب نے لکھا ہے کہ ''**بطانة الرجل**'' کسی شخص کے ولی اور راز دار دوست اور اس کے معاملات میں دخیل کو کہا جاتا ہے۔ جس سے وہ اپنے معاملات میں مشورہ لے۔ اصفہانی نے مفردات القرآن میں اور امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں یہی معنیٰ بیان کئے ہیں۔ دُوْن کا معنیٰ ادنیٰ ہے یعنی گھٹیا اور کم تر درجے کے لوگ، مطلب کہ مسلمان برتر لوگ ہیں جبکہ اللہ و رسول ﷺ کے منکر‘ محروم ایمان ہونے کی وجہ سے گھٹیا اور کم درجے کے لوگ ہیں۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر

مظہری میں ان گھٹیا لوگوں میں رافضیوں، خارجیوں اور اہل بدعت کو بھی شمار کیا ہے۔ اس آیت میں مسلمانوں کو احساس برتری دلانے کے ساتھ ساتھ بتایا گیا ہے کہ ان کے علاوہ جو لوگ ہیں وہ کم تر درجے کے لوگ ہیں اس لیے ان کے ساتھ محبت، دوستی اور معاملات کا تعلق مت رکھیں۔

یہاں سمجھنے کی بات ہے کہ اسلام نے اپنی عالم گیر رحمت کے سائے میں جہاں مسلمانوں کو غیر مسلم پڑوسیوں کے ساتھ ہم دردی کا حکم دیا اور کافر ذمیوں کو بھی حقوق عطا کئے ہیں وہیں عین حکمت کے مطابق مسلمانوں کی اپنی تنظیم ومعاشرت کی حفاظت اور ان کے مخصوص شعائر کی حفاظت کے لئے یہ احکام بھی صادر فرمائے کہ قانونِ اسلام کے منکروں اور باغیوں سے تعلقات ایک خاص حد سے آگے نہ بڑھیں۔ اس کی وجہ بھی بیان فرمادی ''لا یأ لونکم خبالاً'' کہ وہ تمہاری خرابی میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے بلکہ ہمہ وقت مسلمانوں کے خلاف سازشوں اور منصوبوں میں سرگرم رہتے ہیں۔ اس لیے کہ کفر کا خاصہ ہی یہ ہے کہ وہ انہیں مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتا رہتا ہے۔ چنانچہ کفار کی خوشی اسی بات پر ہوتی ہے کہ مسلمان تنگی، تکلیف اور مصیبت سے دوچار رہیں۔ کفار کی دشمنی چھپائے چھپتی نہیں بلکہ بہانے بہانے سے ظاہر ہوتی رہتی ہے، اللہ تعالیٰ نے مزید فرمادیا ہے کہ یہ تو ان کے ظاہر کا حال ہے مگر انکے سینوں میں مسلمانوں کے خلاف جو لاوٗ بھڑک رہے ہیں وہ تو اس سے کہیں زیادہ ہیں۔

ایک طرف تو یہ قرآنی احکام ہیں دوسری طرف آج کے دور میں بحیثیت مجموعی ہم لوگ کفار ومشرکین کے ساتھ ولاء ومحبت کے جو مظاہرے کررہے ہیں وہ بھی کم نہیں۔ ہم ذرا مختلف خطوں میں اپنے زوال کی تاریخ پڑھیں، اپنی ذلت ورسوائی، نکبت وادبار کی داستانیں ملاحظہ کریں تو واضح نظر آئے گا کہ کفار کو اپنا دوست بنانا تو ایک طرف وہ لوگ ہمارے معاملات میں مکمل دخیل نظر آتے ہیں۔ آج ہماری حیاتِ اجتماعی کا کون سا شعبہ ہے جہاں اغیار کا تسلط قائم نہیں، کون سا دائرہ کار ہے جہاں کفار کے پنجے ثبت نہ ہوں......؟ یہ صورت حال اس لئے پیدا ہوئی کہ ہم نے اپنے معاملات میں کفار پر بھروسہ کیا، انہیں آگے بڑھنے کی شہ دی اور اپنے معاملات میں انہیں شریک سفر کیا، امام عادل وبرحق سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ'' ایک غیر مسلم لڑکا ہے جو بڑا اچھا کاتب ہے اس کو آپ منشی مقرر فرمالیں۔'' آپ نے جواب میں کہا:

قد اتخدت اذاً بطانة من المؤ منین ؟

مطلب ''کیا میں مسلمانوں کو چھوڑ کر اسے اپنا ہم راز بنالوں؟'' (جو نصِ قرآنی کے خلاف ہے) امام قرطبی اندلسی رحمہ اللہ جو پانچویں صدی ہجری کے بہت بڑے عالم ومفسر ہیں انہوں نے جب اپنے زمانے کے مسلمانوں کا چلن دیکھا اور اس نص قرآنی کی واضح خلاف ورزی کو ملاحظہ کیا تو نہایت درد وحسرت سے لکھا:

> ''اس زمانہ میں حالات میں ایسا انقلاب آیا کہ یہود ونصاریٰ کو راز دار وامین بنالیا گیا ہے اور اس طرح وہ جاہل اغنیاء وامراء پر مسلط ہوگئے ہیں۔''

یقیناً امام قرطبی رحمہ اللہ کے الفاظ میں ایک انتباہ پوشیدہ تھا کہ اگر یہی صورت حال رہی تو مسلمانوں کو لے ڈوبے

گی۔ چنانچہ اسی طرز عمل کا نتیجہ تھا کہ عالم اسلام کو سقوطِ اندلس کا دن دیکھنا پڑا۔ یہ تو صدیوں پہلے امام قرطبی کا تجزیہ تھا اور اس کا نتیجہ بھی ظاہر ہو گیا، آج جو ہم زمانۂ نبوت سے صدیوں کے فاصلے پر ہیں ان حالات کا دیکھتی آنکھوں روز مشاہدہ کر رہے ہیں۔ آج ہمارا اجتماعی رویہ کیا ہے؟ ہم پر کیا بیت رہی ہے؟ بہت کچھ سوچنے کا مقام ہے۔

مشہور مفسر ابن کثیر رحمہ اللہ نے درج بالا آیت کے تحت ایک حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لا تستضیؤ اِبنَارِ المشرکین "(مشرکین کی آگ سے روشنی مت حاصل کرو)

آگے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے اس کا معنی بیان کیا ہے کہ "ان کے گھروں کے قریب اپنے گھر مت بناؤ، بلکہ دوری اختیار کرو اور ان کے شہروں سے ہجرت کر کے بلادِ اسلامیہ میں سکونت اختیار کرو" شاید آج کے متمدن دور میں اس حدیث کا صحیح مصداق سمجھنے میں دقت ہو۔ دراصل پہلے زمانے میں اور اب بھی جہاں جدید وسائل و آلات اور بجلی نہیں پہنچ پائی وہاں کے باشندے بسا اوقات اپنے گھر کا چولہا یا چراغ جلانے کے لئے پڑوس کے ہاں جلتے چولہے یا چراغ سے آگ حاصل کر لیا کرتے تھے تاکہ اپنے گھر کا چولہا یا چراغ روشن کر سکیں۔ آگ حاصل کرنے کے لئے دوسرے گھر کا آنا جانا لازم ہے تو اگر پڑوسی کافر و مشرک ہوں گے تو ان کے گھر بھی برابر آنا جانا لگا رہے گا۔ جس سے آپس کے تعلقات بڑھیں گے، محبت و الفت پیدا ہوگی اور اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ بعض اوقات زبان سے ایسی بات نکلے گی جو کفار کے مفاد میں اور مسلمانوں کے نقصان میں ہوگی۔ مسلمانوں کا یہ نقصان انفرادی بھی ہو سکتا ہے اور اجتماعی بھی اسلئے ایسے نقصان سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ کفار سے ہر طرح دوری اختیار کی جائے، چنانچہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ایک اور حدیث نقل کی ہے:

"من جامع المشرک أو سکن معه فهو مثله "

"کہ جو شخص کسی مشرک کے ساتھ کسی معاملے میں شریک ہوا یا اس کے ساتھ سکونت اختیار کی تو وہ اسی جیسا ہے"

اس حدیث پر غور فرمایئے اور آج کے مسلمان کا رویہ ملاحظہ کیجئے جو ہمہ وقت اس فکر میں رہتا ہے کہ کسی طرح اسے امریکا، برطانیہ، ناروے یا فرانس کا ویزا مل جائے اور وہ ڈھیر سارے ڈالر کمائے۔ حالانکہ یہ تمام ممالک دارالکفر اور دارالمعصیت ہیں جہاں اپنے ایمان کو محفوظ رکھنا ناممکن نہیں تو بہت مشکل ضرور ہے، بہرحال قرآن و حدیث ہمارے لئے بہت بڑی ہدایت و رہنمائی کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے احکام کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

الہدایہ

- آیت بالا میں کفار کی دوستی اور ان کے ساتھ مشاورت کو حرام قرار دیا گیا ہے۔
- آیت میں مسلمانوں کی کفار پر فضیلت بتائی گئی ہے اور کفار کو گھٹیا، کمتر بتایا گیا ہے۔
- کفار کی نفسیات بیان کی گئی ہیں کہ وہ کس طرح مسلمانوں میں فساد ڈلوانے اور انہیں نقصان پہنچانے کے متمنی رہتے ہیں۔